www.KitaboSunnat.com

حافظ ذوالفقار علی

مروّجہ اسلامی بینکوں میں رائج مضاربہ کی شرعی حیثیت

﴿وَ اِنَّ كَثِيْرًا مِّنَ الْخُلَطَآءِ لَيَبْغِيْ بَعْضُهُمْ عَلٰى بَعْضٍ اِلَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَ قَلِيْلٌ مَّا هُمْ﴾[1]

"اور اکثر شراکت دار ایک دوسرے پر زیادتی کرتے ہیں، سوائے ان لوگوں کے جو ایمان دار ہوں اور نیک عمل کرتے ہوں اور ایسے لوگ کم ہی ہیں۔"

یہ امر واضح ہے کہ روپے پیسے میں اضافہ کرنے اور اسے بڑھانے کے لئے اسے کسی کاروبار میں لگانا ضروری ہے۔ اگر کسی شخص کے پاس دس لاکھ روپیہ موجود ہو اور وہ اسے کسی کاروبار میں نہ لگائے تو وہ دس سال کے بعد بھی دس لاکھ ہی رہے گا، اس کو دس لاکھ پچاس ہزار کرنے کے لئے یہ ضروری ہے کہ اس سے کوئی کاروبار کیا جائے اور کسی مصرف میں لایا جائے۔

اور یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ دنیا میں بے شمار ایسے لوگ موجود ہیں اور ہر دور میں رہے ہیں جن کے پاس سرمایہ تو موجود ہوتا ہے مگر وہ کاروبار کی صلاحیت نہیں رکھتے یا وہ کاروبار کرنا ہی نہیں چاہتے اور دوسری طرف ایسے لوگ بھی موجود ہیں جو کاروباری مہارت تو رکھتے لیکن اُن کے پاس سرمایہ نہیں ہوتا، لہٰذا ایک ایسے نظام کی ضرورت تھی جس سے یہ مقصد حاصل ہو سکے؛ یعنی جن لوگوں کے پاس سرمایہ نہیں، وہ ان لوگوں سے سرمایہ لے کر اس سے کاروبار کر سکیں یا ایسے لوگوں کی مدد سے اپنے پہلے سے جاری کاروبار کو ترقی دے سکیں جن کے پاس اپنی ضرورت سے زائد سرمایہ موجود ہو اور اس کا فائدہ سرمایہ کار کو بھی پہنچے۔

ظہورِ اسلام سے قبل عرب معاشرے میں اس کی دو صورتیں رائج تھیں:

① سرمایہ دار ضرورت مند کو سرمایہ دے کر اس کا ایک طے شدہ کرایہ وصول کرتا۔ اسلام کی

---

1 سورۃ ص: ۲۴

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نگاہ میں یہ طریقہ سراسر باطل اور حرام ہے، کیونکہ روپیہ پیسہ ایسی چیز نہیں جس کا کرایہ لیا جاسکے، لہٰذا قرآن نے اسے سود قرار دے کر اس پر پابندی عائد کر دی۔

② سرمایہ دار اس شرط پر سرمایہ دیتا کہ کاروبار سے جو منافع حاصل ہو گا، وہ اس کے اور کاروباری فریق کے درمیان ایک طے شدہ تناسب (Ratio) سے تقسیم ہو گا۔ اس طریق کار کو مضاربہ کہا جاتا ہے جس کا لغوی معنی ہے: "سفر کرنا" اور اس کا نام مضاربہ اس لئے رکھا گیا ہے کہ کاروباری فریق اپنی سفری کوشش اور محنت کے بدلے نفع کا حق دار بنتا ہے۔ مضاربہ میں چونکہ سرمایہ کار اپنے مال کا کچھ حصہ الگ کر کے دوسرے فریق کے حوالے کر دیتا ہے، اس لئے بعض اہل علم اسے قراض یا مقارضہ بھی کہتے ہیں جس کا معنی ہے 'کاٹنا'۔ اسلامی شریعت نے بھی اس طریقہ کار کو برقرار رکھا ہے اور بعض شرائط اور پابندیوں کے ساتھ اس کی اجازت دی ہے۔ حضور نبی اکرم ﷺ نے خود بھی بعثت سے قبل حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کے مال سے مضاربت کی بنیاد پر تجارت کی تھی اور بہت سے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے مضاربہ کی بنیاد پر کاروبار کئے۔

مضاربہ کے بارے میں احادیثِ نبویہ

کتبِ حدیث میں ہمیں مضاربہ کے متعلق درج ذیل روایات ملتی ہیں:

① سنن ابن ماجہ میں سیدنا صہیب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا:

«ثَلَاثٌ فِيهِنَّ الْبَرَكَةُ: الْبَيْعُ إِلَى أَجَلٍ وَالْمُقَارَضَةُ وَاخْلَاطُ الْبُرِّ بِالشَّعِيرِ لِلْبَيْتِ لَا لِلْبَيْعِ»[1]

"تین چیزوں میں برکت ہیں: معینہ مدت کے لئے اُدھار فروخت کرنا۔ مضاربہ کی بنیاد پر کسی کو مال دینا۔ گھریلو ضرورت کے لئے گندم میں جو کی ملاوٹ کرنا... نہ کہ بیچنے کے لئے (ایسا کرنا جائز نہیں)۔"

② سنن بیہقی میں حضرت عباس رضی اللہ عنہ جو آپ ﷺ کے چچا ہے کے بارے میں منقول ہے:

«إِذَا دَفَعَ مَالاً مُضَارَبَةً اشْتَرَطَ عَلَى صَاحِبِهِ أَنْ لَا يَسْلُكَ بِهِ بَحْرًا

---

1 سنن ابن ماجہ: ۲۲۸۹

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

وَلاَ يَنْزِلَ بِهِ وَادِيًا وَلاَ يَشْتَرِيَ بِهِ ذَاتَ كَبِدٍ رَطْبَةٍ فَإِنْ فَعَلَ فَهُوَ ضَامِنٌ فَرُفِعَ شَرْطُهُ إِلَىٰ رَسُولِ اللهِ ﷺ فَأَجَازَهُ»[1]

"جب وہ کسی کو وہ مضاربت پر مال دیتے تو یہ شرط لگاتے کہ وہ یہ مال سمندر میں نہیں لے جاسکتا اور کسی وادی میں بھی نہیں لے جائے گا اور نہ اس سے جانور خریدے گا۔ اگر اُس نے ایسا کیا تو نقصان کا ضامن وہ خود ہو گا۔ ان کی یہ شرط رسول اللہ ﷺ کے سامنے پیش کی گئی تو آپ نے اس کی اجازت دے دی۔"

تاہم یاد رہے کہ سند کے لحاظ سے مذکورہ بالا دونوں روایات ضعیف ہیں۔

③ سیدنا حکیم بن حزام رضی اللہ عنہ بھی انہی شرائط کے ساتھ مضاربت پر مال دیا کرتے تھے۔[2]

④ سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ نے بھی مضاربہ کی بنیاد پر مال دیا تھا۔[3]

⑤ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے صاحبزادے عبد اللہ اور عبید اللہ ایک لشکر کے ساتھ عراق گئے۔ جب وہ واپس آرہے تھے تو اُن کی ملاقات بصرہ کے گورنر ابو موسی اشعری سے ہوئی ، اُنہوں نے کہا کہ میری یہ خواہش ہے کہ تمھیں کوئی فائدہ پہنچا سکوں۔ میرے پاس بیت المال کا کچھ مال ہے جو میں مدینہ منورہ میں امیر المؤمنین رضی اللہ عنہ کی خدمت میں بھیجنا چاہتا ہوں ، میں وہ مال تمھیں بطورِ قرض دے دیتا ہوں تم یہاں سے کچھ سامان خرید لو اور مدینہ منورہ میں وہ سامان بیچ کر اصل سرمایہ بیت المال میں جمع کرادینا اور نفع خود رکھ لینا۔ چنانچہ اُنہوں نے ایسا ہی کیا لیکن حضرت عمر رضی اللہ عنہ اس پر راضی نہ ہوئے اور اُنہوں نے اسے مضاربہ قرار دے کر اصل سرمائے کے علاوہ اُن سے آدھا نفع بھی وصول کیا۔[4]

⑥ سنن بیہقی اور مصنف ابن ابی شیبہ میں ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

"مضاربہ میں ہر سرمایہ کار اپنے سرمائے کے تناسب سے نقصان برداشت کرے گا اور

---

۱ سنن الکبریٰ: ۱۱۱/۶

۲ سنن دار قطنی: ۳۰۷۷

۳ موطأ امام مالک، کتاب القراض، باب ماجاء فی القراض: ۶۸۸

۴ موطأ امام مالک، کتاب القراض، باب ماجاء فی القراض: ۶۸۷

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

منافع طے شدہ تناسب کے مطابق تقسیم ہو گا۔"[1]

مضاربہ کے اُصول وضوابط

مضاربہ میں دو فریق ہوتے ہیں:

① ایک کاروبار کے لئے سرمایہ فراہم کرنے والا جسے ربّ المال کہا جاتا ہے۔

② دوسرا کاروبار کرنے والا فریق جسے 'مضارب' کہتے ہیں۔

ربّ المال یعنی سرمایہ فراہم کرنے والا براہِ راست کاروبار یا انتظام کاروبار میں حصہ تو نہیں لے سکتا، البتہ اسے کاروباری پالیسیوں کے متعلق اعتماد میں لینا، حسابات کی تفاصیل معلوم کرنا اور کاروبار کی مناسب نگرانی کرنا اس کا بنیادی حق ہے تاکہ مضارب بد دیانتی اور غفلت کا مرتکب نہ ہو جس سے کسی عالم، فقیہ اور مجتہد کو اختلاف نہیں، کیونکہ یہ دونوں کاروبار میں ایک دوسرے کے شریک ہیں کہ ایک کی محنت اور دوسرے کا سرمایہ شامل ہے لہٰذا انصاف کا تقاضا یہ ہے کہ سرمایہ کار کو کاروبار کی نگرانی اور اس بات کو یقینی بنانے کا اختیار دیا جائے کہ مضارب اپنا فرض پوری دیانت داری سے ادا کر رہا ہے یا نہیں اور اگر عقلی لحاظ سے بھی دیکھا جائے تو یہ بات درست معلوم نہیں ہوتی ہے کہ ایک شخص نے خطیر رقم دی ہو اور اسے کاروبار سے بالکل ہی الگ تھلگ رکھا جائے۔ یہی وجہ ہے کہ جب امام مالک رحمہ اللہ سے یہ پوچھا گیا:

"ایک شخص نے دوسرے کو مضاربت پر مال دیا، اُس نے محنت کی جس کے نتیجے میں اسے منافع حاصل ہوا۔ اب مضارب یہ چاہتا ہے کہ وہ سرمایہ کار کی غیر موجودگی میں منافع سے اپنا حصہ وصول کر لے تو کیا یہ درست ہے؟ اس پر امام مالک رحمہ اللہ نے فرمایا:

"لاَ يَنْبَغِي لَهُ أَنْ يَأْخُذَ مِنْهُ شَيْئًا إِلاَّ بِحَضْرَةِ صَاحِبِ الْمَالِ""

"جب تک ربّ المال موقع پر موجود نہ ہو مضارب کو یہ حق نہیں پہنچتا کہ وہ منافع سے اپنا حصہ وصول کرے۔"[2]

مروّجہ اسلامی بینکوں میں کرنٹ اکاؤنٹس کے علاوہ بقیہ تمام اکاؤنٹس عام طور پر مضاربہ کی

---

1 مصنف ابن ابی شیبہ: ۲۰۳۳۶

2 موطا باب المحاسبۃ فی القراض: ص ۶۹۹

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بنیاد پر ہی کھولے جاتے ہیں یعنی بینک میں رقم رکھنے والے ربّ المال اور بینک مضارب ہوتا ہے لیکن کسی بھی اسلامی بینک میں اس اُصول پر عمل نہیں کیا جاتا بلکہ ہر اسلامی بینک کے 'اکاؤنٹ اوپننگ فارم' میں یہ عبارت درج ہوتی ہے:

"بینک کی جانب سے متعین کردہ کوئی بھی رقم بطورِ نفع یا نقصان حتمی ہوگی اور تمام صارفین اس کے پابند ہوں گے۔ کسی صارف کو یہ حق حاصل نہیں ہوگا کہ ایسے نفع یا نقصان کے تعین کی بنیاد کے بارے میں سوال کرے۔"

بینک کی طرف سے اکاؤنٹ ہولڈر پر یہ پابندی عائد کرنا عدل وانصاف کے منافی اور ربّ المال کی حق تلفی ہے۔ اس ناروا شرط کا ہی نتیجہ ہے کہ اسلامی بینکوں کے منافع میں مسلسل اضافہ ہورہا ہے مگر سرمایہ جمع کرانے والے (ڈپازٹرز) کے منافع کی شرح وہی ہے حتیٰ کہ بعض اسلامی بینکوں کے منافع میں ایک سال کے دوران ایک سو چھ فیصد تک اضافہ ہوا ہے، لیکن ڈپازٹرز کے منافع میں اس حساب سے اضافہ نہیں کیا گیا، صرف ایک آدھ فیصد اوپر نیچے کیا جاتا ہے جو کہ سراسر زیادتی ہے۔ اس سے واضح ہوجاتا ہے کہ مروّجہ اسلامی بنک بد دیانتی کے مرتکب ہیں اور ان میں رائج مضاربہ حقیقی معنوں میں 'اسلامی مضاربہ' نہیں ہے۔

دوسرا اُصول

مضاربہ کے صحیح ہونے کا دوسرا اُصول یہ ہے کہ فریقین بالکل شروع میں ہی منافع کے تقسیم کی شرح طے کرلیں یعنی یہ فیصلہ کرلیں کہ منافع سرمایہ کار اور مضارب میں مساوی تقسیم ہوگا یا سرمایہ کار منافع کے ساٹھ فیصد کا اور مضارب چالیس فیصد کا حق دار ہوگا، کیونکہ مضاربہ میں منافع ہی معقود علیہ ہوتا ہے اور اگر یہ مجہول ہو تو مضاربہ فاسد ہوگا۔ جیسا کہ اسلامی بینکنگ کیلئے اسلامی ماہرین کے طے کردہ ضوابط پر مشتمل کتاب المعاییر الشرعیۃ میں ہے:

"يشترط في الربح أن تكون كيفية توزيعه معلومة علمًا نافيًا[1] للجهالة ومانعًا للمنازعة"

---

1 المعاییر الشرعیۃ للمؤسسات المالیۃ الأسلامیۃ: ص ۱۸۵

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

”منافع میں یہ شرط ہے کہ اس کی تقسیم کی کیفیت اس طرح معلوم ہو کہ اس میں کوئی بے خبری اور نزاع کا امکاں باقی نہ ہو۔“

جب کہ مروّجہ اسلامی بینکوں میں اکاؤنٹ کھولتے وقت منافع کے تقسیم کی شرح بالکل واضح نہیں کی جاتی بلکہ بینک اس کا اعلان مضاربہ شروع ہونے کے بعد کرتا ہے۔ چنانچہ اسلامی بینکوں کے اکاؤنٹ اوپننگ فارم میں یہ عبارت درج ہوتی ہے:

”بینک ڈپازٹر کے ساتھ کاروبار سے حاصل ہونے والے اجمالی نفع (Gross Income) میں اس شرح سے شریک ہو گا جس کا اعلان بینک نے ہر مہینے یا عرصے کے آغاز میں کیا ہو گا۔ بینک کا حصہ وقتاً فوقتاً تبدیل ہو سکتا ہے اور اس کا بھی متعلقہ مہینے یا عرصے کے پہلے ہفتے کے اندر اندر اَوزان کے ساتھ اعلان کیا جائے گا۔“

اس سے یہ ثابت ہوا کہ مروّجہ اسلامی بینکوں میں مضاربہ شروع کرتے وقت منافع کے تقسیم کی شرح معلوم نہیں ہوتی بلکہ بعد میں بتائی جاتی ہے اور بینک جب چاہے اس کو تبدیل بھی کر سکتا ہے جس سے مضاربہ باطل ہو جاتا ہے۔

تیسرا اُصول

شرعی نقطۂ نظر سے مضاربہ کے معاہدہ میں سرمایہ کار کا حق فائق ہوتا ہے یعنی وہ مضارب پر کسی مخصوص شخص یا کمپنی کے ساتھ لین دین کرنے یا کسی خاص جگہ پر کاروبار کرنے کی پابندی عائد کر سکتا ہے اور ان اشیا کا تعین بھی کر سکتا ہے جن کے علاوہ تجارت نہیں کی جا سکتی اور اگر مضارب اس کی ہدایات پر عمل نہ کرے تو وہ سرمایہ کار کے سرمائے کا ذمہ دار ہو گا جیسا کہ حضرت حکیم بن حزام رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جب وہ کسی کو مضاربہ پر مال دیتے تو یہ شرط عائد کرتے:

"أن لا تجعل مالي في كبد رطبة ولا تحمله في بحر ولا تنزله به في بطن مسيل، فإن فعلت شيئًا من ذلك فقد ضمنت مالي"[1]

”میرے مال سے جانور نہیں خریدو گے اور نہ اس سے سمندر اور کسی وادی میں تجارت

---

1 بلوغ المرام، باب القراض: ۸۹۴

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کروگے اور اگر تم نے ایسا کیا تو میرے مال کے نقصان کی ذمہ داری تم پر ہو گی۔“

مروّجہ اسلامی بینکوں کے کھاتے داران اس حوالے سے بھی بے بس دکھائی دیتے ہیں کیونکہ ان کا کام صرف رقوم جمع کرانا ہے۔ ان رقوم سے کونسا کاروبار کرنا ہے یا بینک اس کو کہاں استعمال کرے گا؟ یہ بنک انتظامیہ کی اپنی صوابدید پر منحصر ہے، کھاتے دارن اس کے بارے میں کوئی رائے نہیں دے سکتے۔ چنانچہ ہر 'بزعم خود' اسلامی بینک کے اکاؤنٹ اوپننگ فارم میں یہ صراحت ہوتی ہے:

”بینک بحیثیتِ مضارب اپنی صوابدید پر صارفین سے وصول شدہ رقم کی سرمایہ کاری وعدم سرمایہ کاری کسی بھی کاروبار (کاروبار، ٹرانزیکشن، پروڈکٹ) میں کر سکتا ہے جو بینک کے 'شریعہ ایڈوائزر' سے منظور شدہ ہو۔“

یہ درست ہے کہ سرمایہ کار مضارب کو یہ اختیار دے سکتا ہے کہ وہ جس کاروبار اور تجارت میں پیسہ لگانا چاہے لگا سکتا ہے یا جس علاقے میں مناسب سمجھے کاروبار کر سکتا ہے لیکن مضارب کی طرف سے سرمایہ کار کا یہ حق اُصولی طور پر سلب کیا جانا غیر منصفانہ اقدام ہے جس کی تائید نہیں کی جاسکتی۔

چوتھا اُصول

مضاربہ میں سرمایہ کار یہ گارنٹی تو طلب نہیں کر سکتا کہ اسے اتنے فیصد منافع ہر حال میں ادا کیا جائے گا خواہ مضارب کو فائدہ ہو یا نقصان، کیونکہ ایسا منافع سود کے زمرے میں داخل ہونے کی وجہ سے ناجائز ہو گا، لیکن وہ مضارب سے یہ گارنٹی لے سکتا ہے کہ وہ اپنا فرض پوری دیانتداری اور تندہی سے ادا کرے گا اور ان شرائط کے مطابق ہی کاروبار کرے گا جو فریقین کے مابین طے ہوئی ہیں اور اگر معاہدے میں طے شدہ شرائط کی خلاف ورزی یا اس کی غفلت اور بے احتیاطی کی وجہ سے کوئی نقصان ہوا تو وہ اس کا ازالہ کرے گا جیسا کہ المعايير الشرعية میں ہے:

"يجوز لربّ المال أخذ الضمانات الكافية والمناسبة من المضارب

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بشرط أن لا ينفذ ربّ المال هذه الضمانات إلا إذا ثبت التعدى أو التقصير أو مخالفة شروط عقد المضاربة"[1]

"ربّ المال مضارب سے کافی اور مناسب ضمانتیں لے سکتا ہے مگر شرط یہ ہے کہ ربّ المال اِن ضمانتوں کو اسی صورت نافذ کرے گا جب مضارب کی زیادتی یا کوتاہی یا عقدِ مضاربہ کی شرائط کی خلاف ورزی ثابت ہو جائے۔"

خود اسلامی بینک بھی سیکورٹی ڈپازٹ کے بغیر اپنے کلائنٹ کے ساتھ 'اجارہ' وغیرہ کا معاملہ نہیں کرتے، لیکن ایک بھی اسلامی بینک ایسا نہیں جو اپنے ڈپازٹر کو یہ گارنٹی اور ان کا یہ اسلامی وشرعی حق دیتا ہو۔

پانچواں اُصول

کتبِ فقہ میں مضاربہ کی بحث میں ایک اُصول یہ بھی بیان ہوا ہے کہ مضاربہ کی بنیاد پر لئے گئے سرمائے سے صرف تجارت (Trading) ہی کی جاسکتی ہے، تجارت کے علاوہ اسے کسی اور مقصد کے لئے استعمال نہیں کیا جاسکتا۔ چنانچہ امام نووی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

"عقد القراض يقتضى تصرف العامل في المال بالبيع والشراء، فإذا قارضه علىٰ أن يشترى به نخلا يمسك رقابها ويطلب ثمارها لم يجز لأنه قيد تصرفه الكامل بالبيع والشراء، ولأن القراض مختص بما يكون النماء فيه نتيجة البيع والشراء وهو في النخل نتيجة عن غير بيع وشراء فبطل أن يكون قراضًا ولا يكون مساقاة، لأنه عاقده علىٰ جهالة بها قبل وجود ملكها، وهٰكذا لو قارضه علىٰ شراء دوابّ أو مواشى يحبس رقابها ويطلب نتاجها لم يجز لما ذكرنا"[2]

"عقدِ مضاربہ کا تقاضا یہ ہے کہ مضارب خرید وفروخت کے ذریعے ہی مال میں تصرف کرے لہٰذا جب وہ اس طرح مضاربہ کرے کہ وہ اس مال سے کھجوروں کے درخت

---

۱ المعاییر الشرعیہ: ص ۱۸۵

۲ المجموع شرح مہذب: ۱۴/ ۳۷۱

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

خریدے گا اور اُن سے پھل حاصل کر (کے نفع کمائے) گا تو یہ جائز نہیں ہو گا، کیونکہ مضاربہ میں خرید و فروخت کے ذریعے تصرف کی شرط ہے اور دوسری وجہ یہ ہے کہ مضاربہ ان معاملات کے ساتھ مختص ہے جہاں مال میں اضافہ خرید و فروخت کے نتیجے میں ہو جبکہ کھجوروں میں یہ اضافہ خرید و فروخت کے نتیجے میں نہیں، اس لیے اس کا مضاربہ باطل ٹھہرا اور یہ مساقات کا معاملہ بھی نہیں ہو سکتا، کیونکہ اس صورت میں یہ کھجوروں کی ملکیت وجود میں آنے سے پہلے مجہول درختوں پر عقد ہو گا۔ اسی طرح اگر اس طرح مضاربہ کر لے کہ وہ جانور یا مویشی خریدے گا جو بذاتِ خود تو اس کے پاس محفوظ ہوں گے مگر اُن کی پیداوار حاصل کرے گا تو یہ بھی جائز نہیں ہو گا۔ وجہ وہی ہے جو ہم نے اوپر ذکر کی ہے یعنی یہ نفع خرید و فروخت کے نتیجے میں حاصل نہیں ہوا۔"

دوسری جگہ لکھتے ہیں کہ

"لو قارضه علىٰ أن يشترى الحنطة فيطحنها ويخبزها والطعام ليطبخه ويبيعه والغزال لينسجه والثوب أو ليقصده والدبغ بينهما فهو فاسد... قارضه علىٰ دراهم على أن يشترى نخيلا أو دواب أو مستغلات ويمسك رقابها لثمارها ونتاجها وغلاتها وتكون الفوائد بينهما فهو فاسد لأنه ليس ربحًا بالتجارة بل من عين المال"[1]

اس عبارت کا مفہوم یہ ہے کہ مضاربہ کا مال تجارتی سرگرمیوں کے علاوہ دوسری پیداواری سکیموں میں استعمال نہیں ہو سکتا جیسا کہ اگر کوئی اس بات پر مضاربہ کر لے کہ وہ گندم خرید کر اسے پیسے گا اور روٹی پکا کر اسے بیچے گا اور نفع دونوں میں تقسیم ہو گا تو یہ مضاربہ فاسد ہو گا کیونکہ یہ نفع تجارت کے ذریعے حاصل نہیں ہوا بلکہ اس نے خود مال سے جنم لیا ہے۔

امام ابو القاسم عبد الکریم رافعی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

---

1 روضۃ الطالبین: ۲/ ۱۸۸

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

"لو قارضه علىٰ أن يشتري الحنطة فيطبخها ويختبرها والطعام ليطبخه ويبيع والربح بينهما فهو فاسد أن الطبخ والخبز ونحوهما أعمال مضبوطة يمكن الاستئجار عليها وما يمكن الاستئجار عليه فلسيغني عن الفرائض إنما القراض لما لا يجوز الاستئجار عليه وهو التجارة التي لا ينضبط قدرها" [1]

یعنی مضاربہ کے مال سے صرف تجارت کی جا سکتی ہے دوسرے نفع بخش کاموں میں لگانے کی اجازت نہیں ہے، کیونکہ مضاربہ وہاں ہوتا ہے جہاں اجارہ نہ ہو سکے اور وہ تجارت ہے۔ جہاں اجارہ ہو سکے وہاں مضاربہ کی ضرورت نہیں ہوتی۔

فقہائے حنفیہ کے نزدیک بھی مضاربہ کا مال صرف تجارت اور اس سے متعلقہ سرگرمیوں میں ہی لگایا جا سکتا ہے، چنانچہ فقہ حنفی کی مشہور کتاب 'ہدایہ' میں ہے:

"فينتظم العقد صنوف التجارة وما هو من صنيع التجار" [2]

"مضاربہ کا عقد تجارتی سرگرمیوں کو ہی شامل ہے جبکہ یہ کام (ایک خاص مسئلہ کی طرف اشارہ) تاجروں کا کام نہیں ہے۔"

دوسری جگہ ایک مسئلہ کی وضاحت میں لکھتے ہیں:

"یہ امام محمد اور امام ابو حنیفہ کے نزدیک اس لیے جائز نہیں کہ یہ تجارت میں شامل نہیں ہے اور عقدِ مضاربہ کا مقصد صرف تجارت میں کسی کو وکیل بنانا ہے۔"

مزید لکھتے ہیں:

"جب یہ تجارت نہیں ہے تو مضاربہ میں بھی شامل نہیں ہے۔" [3]

علامہ زکریا انصاری رحمہ اللہ علیہ رقم طراز ہیں:

"لَوْ قَارَضَهُ عَلَى أَنْ يَشْتَرِيَ بِالدَّرَاهِمِ نَخْلًا لِيَسْتَغِلَّهُ وَالرِّبْحُ بَيْنَهُمَا ؛ لِأَنَّ مَا حَصَلَ لَيْسَ بِتَصَرُّفِ الْعَامِلِ وَإِنَّمَا هُوَ مِنْ عَيْنِ

۱ فتح القدیر شرح الوجیز: ۱۲/۱۱
۲ الہدایۃ مع البنایۃ: ۱۰/۵۲
۳ الہدایۃ مع البنایۃ: ۱۰/۸۷

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

المال"[1]

"اگر کوئی اس طرح مضاربہ کرے کہ وہ دراہم سے کھجوروں کے درخت خریدے گا تاکہ اُن کی آمدن حاصل کرے اور نفع دونوں کے درمیان تقسیم ہو تو یہ بھی جائز نہیں ہوگا، کیونکہ اس صورت میں جو نفع حاصل ہوا ہے، وہ مضارب کے تصرف کا نتیجہ نہیں ہے وہ تو خود مال کا کمال ہے۔"

جب کہ اسلامی بینک مضاربہ کی بنیاد پر لیا گیا سرمایہ 'اجارہ' وغیرہ میں بھی لگاتے ہیں جس سے اسلامی بنکوں میں رائج مضاربہ مشکوک قرار پاتا ہے۔ چونکہ اس نقطہ نظر کے حق میں دلائل نہیں ہیں، اس لیے اسلامی بینکاری کے حامی بھی یہ کہنے پر مجبور ہیں کہ بنیادی طور پر مضاربہ تجارت میں ہی ہوتا ہے۔ زرعی اور صنعتی منصوبوں میں اس کا استعمال اس کے مفہوم میں وسعت پیدا کر کے کیا جانے لگا ہے۔ چنانچہ المعاییر الشرعیة میں ہے:

"والمضاربة من الصيغ التي تستخدم غالبًا في التجارة ثم توسّعت استخداماتها حتى شملت مجالات الاستثمار التجارية والزراعية والصناعية والخدمية وغيرها"[2]

"مضاربہ ان طریقوں میں سے ہے جو زیادہ تر تجارت میں استعمال کیا جاتا ہے پھر اس کے استعمال میں وسعت پیدا ہو گئی یہاں تک کہ تجارتی، زرعی اور صنعتی سرمایہ کاری وغیرہ کو بھی شامل ہو گیا۔"

مضاربہ کے مفہوم میں یہ وسعت کس نے پیدا کی، کب کی اور کس بنیاد پر کی؟ اسلامی بینکوں کے مفتیان کرام اس بارے میں بالکل خاموش ہیں۔

چھٹا اُصول

مضاربہ میں نفع کا صحیح اندازہ تب ہی ہو سکتا ہے جب مضاربہ کاروبار کے غیر نقد اثاثوں کو بیچ کر نقد میں تبدیل کر لیا جائے۔ اسی لئے ماہرین شریعت یہ کہتے ہیں کہ مضاربہ میں

---

1 البهجة الوردية، باب القراض: ۱۱/ ۴۸۰

2 ایضاً: ص ۲۳۲

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

'لیکویڈیشن' (مالیت میں تبدیلی) سے پہلے منافع کی تقسیم درست نہیں ہے۔ چنانچہ معروف حنفی فقیہ جناب علامہ علاؤالدین کاسانی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں :

"ویشترط لجواز القسمة قبض المالك رأس المال، فلاتصح قسمة الربح قبل قبض رأس المال"[1]

"مضاربہ میں نفع کی تقسیم کی شرط یہ ہے کہ ربّ المال اپنے راس المال پر قبضہ کر لے۔ چنانچہ اصل سرمائے کو قبضہ میں لینے سے قبل نفع کی تقسیم درست نہیں ہوگی۔"

اس کی وجہ یہ ہے کہ اگر لیکویڈیشن کے بغیر منافع تقسیم کر دیا جائے اور بعد میں مال ضائع یا بازار میں مندی ہو جائے تو اس سے ربّ المال کو نقصان اٹھانا پڑے گا۔ کیونکہ اُصول یہ ہے کہ اگر کسی کاروبار کو ایک مدت کے دوران نقصان اور دوسری مدت کے دوران منافع ہو تو پہلے اس منافع سے نقصان کو پورا کیا جائے گا اور اگر نفع کی کوئی رقم باقی بچ رہی ہو تو وہ رب المال اور مضارب کے درمیان طے شدہ فارمولے کے مطابق تقسیم ہوگی۔ لیکویڈیشن سے قبل منافع کی تقسیم کی صورت میں چونکہ مضارب سابقہ مدت کے نفع سے اپنا حصہ وصول پاچکا ہوتا ہے جس کی واپسی کا مطالبہ فریقین کے مابین نزاع اور کشیدگی کا سبب بن سکتا ہے اس لئے لیکویڈیشن سے پہلے منافع کی تقسیم کا عمل درست نہیں ہو سکتا۔

اسلامی بینکوں میں چونکہ رقمیں جمع کرانے اور نکالنے کی کوئی تاریخ متعین نہیں ہے کہ تمام اکاؤنٹ ہولڈر اسی ایک تاریخ میں رقمیں جمع کرائیں اور نکالیں بلکہ یہ عمل مسلسل جاری رہتا ہے اس لئے منافع کی تقسیم سے قبل غیر نقد اثاثوں کو بیچ کر نقد میں تبدیل کرنے کی نوبت نہیں آتی، صرف ان اثاثوں کی بازاری قیمت کا اندازہ کیا جاتا ہے، عملاً کاروبار ختم نہیں ہوتا۔ یہ طریقہ علامہ کاسانی رحمۃ اللہ علیہ کی بیان کردہ شرط کا تقاضا پورا کرتا ہے یا نہیں؟ یہ ایک غور طلب پہلو ہے جس کا باریک بینی سے جائزہ لینے کی ضرورت ہے۔

---

1 الموسوعة الفقهية الكويتية: ۳۸/۴۷

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ